

ڈاکٹر انیس ناگی بطور مترجم

Dr. Anees Nagi as a Translator

Dr. Sadia Javed ¹, Professor Dr. Muhammad Kamran ²*

Article History

Received
20-05-2025

Accepted
25-06-2025

Published
30-06-2025

Indexing

WORLD of JOURNALS



اشارہ
جرائد

ACADEMIA



Abstract

This study critically examines Dr. Anis Nagi's contributions to Urdu translation, positioning him not merely as a linguistic mediator but as an intellectual and cultural facilitator. Nagi's translations of seminal Western literary works such as those by Franz Kafka, Boris Pasternak, and others played a transformative role in exposing Urdu readership to diverse intellectual, philosophical, and literary traditions. His work significantly enriched Urdu literature by introducing new stylistic, thematic, and linguistic dimensions. The research explores Nagi's translation methodology, focusing on his creative fidelity, cultural sensitivity, and theoretical orientation. Rather than adhering strictly to literal translation, Nagi adopted a nuanced and interpretive approach that preserved the essence of the original texts while making them accessible and resonant within the Urdu literary context. His translations exemplify a dynamic interplay between source and target cultures, demonstrating his deep understanding of both linguistic structures and cultural frameworks. The study also investigates Nagi's influence on Urdu literary criticism, vocabulary expansion, and ideological discourse, emphasizing how his work contributed to the evolution of modern Urdu thought. By comparing his practices with those of his contemporaries, the research highlights Nagi's unique role in redefining translation as a creative and intellectual enterprise rather than a mechanical transfer of language. Ultimately, this study positions Anis Nagi as a pioneer who expanded the scope of Urdu translation, integrating global literary currents into local contexts and reshaping the understanding of translation as a culturally embedded, literary activity.

Keywords:

Anis Nagi, Urdu Translation, Literary Adaptation, Cultural Transfer, Creative Fidelity, Translation Theory, Cross-Cultural Dialogue, Western Literature, Urdu Literary Criticism, Intellectual Exchange.

¹ Post Doc Scholar, Department of Urdu, University of the Punjab, Lahore. *Corresponding Author

² Dean of Oriental Languages, University of the Punjab, Lahore. kamran.urdu@pu.edu.pk



اردو ادب کا دامن ہمیشہ سے فکری کشش، تہذیبی تغیرات اور زبان کی وسعت سے بھر رہا ہے، لیکن بیسویں صدی کے اختتام اور اکیسویں صدی کے آغاز پر جو فکری تبدیلیاں عالمی سطح پر رونما ہوئیں، ان کا اثر اردو زبان و ادب میں ترجمہ نگاری کے توسط سے محسوس کیا جانے لگا۔ انہی ترجمہ کاروں میں انیس ناگی ایک منفرد اور باوقار نام ہیں، جنہوں نے ترجمہ کو محض لسانی منتقلی کا عمل نہیں سمجھا بلکہ اسے ایک فکری رابطے، تہذیبی تبادلے اور تخلیقی اظہار کا ذریعہ بنایا۔

انیس ناگی نے اردو قارئین کو ایسے فلسفیانہ، ادبی اور تہذیبی موضوعات سے روشناس کرایا جن کا تعلق مغربی جدیدیت، وجودیت، علامت نگاری، نفسیاتی و سیاسی تنقید سے تھا۔ ان کے تراجم میں فرانس کا فکا، ژاں پال سارتر، البیر کامو، بورس پاسترناک اور دیگر مغربی مفکرین و ادباء کی تخلیقات کو اردو قالب میں اس انداز سے ڈھالا گیا کہ نہ صرف مفہوم کی صحت قائم رہی بلکہ اسلوب کی ندرت اور گہرائی بھی محفوظ رہی۔

”انسان جس وقت تنہائی میں خود سے باتیں کرتا ہے، وہی اس کا سب سے سچا لمحہ ہوتا ہے“¹

ناگی کی یہ کوشش اردو زبان میں ایک نیا فکری دریچہ کھولنے کے مترادف تھی، جہاں قاری محض ترجمہ نہیں پڑھتا، بلکہ ایک تہذیبی و فکری تجربے سے گزر رہا ہے۔

یہ تحقیق اس پہلو کا تجزیاتی و تنقیدی مطالعہ ہے کہ انیس ناگی کا ترجمہ اسلوب کس طرح اردو زبان میں نئے خیالات، اسالیب اور فکری رجحانات کی ترسیل کا ذریعہ بنا۔ یہ مطالعہ صرف ترجمہ شدہ متن تک محدود نہیں، بلکہ ترجمے کے پیچھے موجود فکری زاویوں، لسانی ساخت، ثقافتی تطابق اور اسلوبیاتی نزاکتوں کو بھی پیش نظر رکھتا ہے۔ نیز یہ جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے کہ انیس ناگی کی ترجمہ نگاری اردو ترجمہ روایت میں کس قدر تازگی، وسعت اور فکری پیچیدگی لے کر آئی۔

اس تحقیق کا مقصد یہ جاننا ہے کہ ناگی کی ترجمہ کاری محض ادبی خدمت نہیں بلکہ اردو زبان کو عالمی سطح کے علمی و ادبی دھاروں سے جوڑنے کا ایک معتبر اور مؤثر ذریعہ تھی۔ ساتھ ہی یہ تحقیق یہ بھی واضح کرنے کی کوشش کرے گی کہ ناگی کی ترجمہ کاری نے اردو قارئین کو جدید فلسفہ، نفسیات، سیاسیات اور علامتی ادب کے ایسے گوشوں سے متعارف کرایا جن تک رسائی محض ترجمہ کے بغیر ممکن نہ تھی۔

کبھی کبھی ترجمہ اصل متن سے زیادہ وضاحت دیتا ہے، کیونکہ ترجمہ کار دونوں زبانوں کے قاری سے بیک وقت مخاطب ہوتا ہے۔²

اس مقالے میں تجزیاتی اور تفسیری طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے۔ منتخب تراجم — جیسے کہ ”پلاک“ (البیر کامو)، ”کافکا کے افسانے“، ”ڈاکٹر ثواگو“ کو بنیاد بنا کر ان کے ترجمہ اسلوب، فکری و لسانی تکنیک اور ثقافتی ترسیل کا جائزہ لیا جائے گا۔ حوالہ جاتی کتب، ناقدین کی آراء اور اردو ترجمہ روایت کے تناظر میں تقابل بھی کیا جائے گا تاکہ ناگی کے مقام کا تعین سنجیدگی سے کیا جاسکے۔

اس تحقیق کی حدود یہ ہیں کہ یہ مطالعہ صرف انیس ناگی کے تراجم تک محدود ہے اور ان کے غیر ترجمہ شدہ تنقیدی یا تخلیقی متون اس جائزے میں شامل نہیں ہوں گے۔ ساتھ ہی مغربی ادب کی مکمل ترجمہ کاری کا احاطہ نہیں کیا جا رہا، بلکہ صرف وہ متون زیر بحث آئیں گے جنہیں ناگی نے اردو قالب میں ڈھالا اور جن پر علمی یا ادبی حلقوں میں خاطر خواہ اثرات مرتب ہوئے۔

ترجمہ صرف زبان کی منتقلی نہیں بلکہ تہذیب، فکر اور معنی کی ترسیل کا عمل ہے۔ اردو ادب میں ترجمہ نگاری کی روایت ایک طویل اور زرخیز سفر کی عکاس ہے، لیکن بیسویں صدی کے وسط اور آخر میں جس مترجم نے اس روایت کو جدید فکری سانچوں، ادبی اسالیب اور بین الاقوامی فکری دھاروں سے جوڑا، وہ انیس ناگی ہیں۔ ان کا کام محض ترجمہ نہیں بلکہ اردو زبان میں ایک نئی فکری بیداری اور لسانی وسعت کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔

اردو ترجمہ روایت میں جہاں سرسید، شبلی، حالی اور رشید احمد صدیقی جیسے مترجمین نے مذہبی و علمی متون کے ترجمے کیے، وہیں جدید عہد میں انیس ناگی جیسے مترجمین نے مابعد الطبیعات، علامتی ادب، وجودیت اور ماڈرنزم جیسے موضوعات کو اردو میں منتقل کر کے اس روایت کو ادبی و فکری سطح پر وسعت بخشی۔

انیس ناگی کا تحقیقی و فکری پس منظر ان کے ترجمہ اسلوب سے واضح جھلکتا ہے۔ وہ ترقی پسند تحریک کے بعد کے دور میں ایک ایسا تخلیق کار بن کر ابھرے، جو روایت اور جدت کے درمیان فکری توازن قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ان کے تراجم اس بات کے شاہد ہیں کہ وہ محض لفظ بہ لفظ ترجمہ کے قائل نہیں تھے بلکہ وہ ہر متن کو اس کے سیاق و سباق، تہذیبی رمزیت اور فکری افق کے ساتھ اردو میں منتقل کرنے کا شعور رکھتے تھے۔

ترجمہ وہ آئینہ ہے جس میں اصل زبان کی فکری جھلک اردو کے قاری کو دکھائی دیتی ہے، بشرطیکہ مترجم کی آنکھ میں تہذیبی بصیرت ہو۔³

فرانسیسی، جرمن، روسی اور انگریزی ادب سے ان کے تراجم میں ناگی نے جو حکمتِ عملی اپنائی، وہ بین المتونیت (inter textuality) اور لسانی ہم آہنگی کا ایسا امتزاج ہے جس کی نظیر اردو میں کم ہی ملتی ہے۔ البیر کامو کا "The Plague" جب "پلاک" کے عنوان سے اردو میں آیا، تو وہ محض بیماری کی کہانی نہیں بلکہ ایک وجودی بحران، سماجی کرب اور تہذیبی سوالات کی اردو ترجمانی بن گیا۔ پلاک محض ایک ناول نہیں، ایک تہذیبی استعارہ ہے اور ناگی نے اسے اردو میں صرف ترجمہ نہیں کیا بلکہ اردو قاری کے شعور میں جذب کیا۔⁴

انیس ناگی کے تراجم میں جو سب سے نمایاں پہلو ہے، وہ فکری امانت داری اور تخلیقی دیانت کا امتزاج ہے۔ وہ بیک وقت مترجم بھی ہیں، مفسر بھی اور بسا اوقات مفسر سے زیادہ فکری مصنف بن کر سامنے آتے ہیں۔ ان کے تراجم میں جملوں کی ساخت، زبان کی روانی اور اردو قاری کے ذوق کو سامنے رکھتے ہوئے جو انتخاب کیا گیا، وہ لسانی تخلیق نو (linguistic recreation) کے زمرے میں آتا ہے۔

انیس ناگی کی فکری رہنمائی میں اردو قاری صرف یورپ کے ادبی متون سے آشنا نہیں ہوتا، بلکہ وہ مغرب کے فکری تضادات، اخلاقی کشمکش اور نظریاتی تنوع سے بھی دوچار ہوتا ہے۔ کاڈکا کے "Metamorphosis" کا ترجمہ، یاسارتر کے وجودی بیانیے کا اردو روپ، انیس ناگی کے توسط سے اردو قاری کے لیے نئے فکری دروازے کھولتا ہے۔

انیس ناگی کے ہاں ترجمہ ایک شعوری عمل ہے۔ وہ اصل متن کے پیچھے چھپی تہذیب اور فکر کو اردو زبان میں دھڑکن دیتا ہے۔⁵

ترجمہ کے فکری و تحقیقی تناظر میں انیس ناگی کے کام کا جائزہ لینا دراصل اردو ادب میں ترجمہ نگاری کی جہتوں کو از سر نو سمجھنے کا عمل ہے۔ یہ تحقیق اسی امر کی غمازی کرتی ہے کہ اردو میں ترجمہ محض ابلاغ کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک مکمل علمی، تہذیبی اور فکری تجربہ ہے اور انیس ناگی اس تجربے کے اہم ترین معمار ہیں۔

انیس ناگی کا شمار اردو ادب کے اُن چند جری مترجمین میں ہوتا ہے جنہوں نے زبان کے علم کو محض ترجمہ کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک فکری وسیلہ سمجھا۔ ان کی فرانسیسی زبان پر مہارت کسی رسمی تربیت کا نتیجہ نہ سہی، مگر یہ ان کی ادبی وابستگی، مطالعے کی وسعت اور لسانی جستجو کا عکس ضرور تھی۔ ان کے ترجمہ شدہ کاموں سے واضح ہوتا ہے کہ وہ صرف زبان نہیں، بلکہ فرانسیسی تہذیب، فکر اور ادبی فضا کو بھی سمجھتے تھے۔

انیس ناگی نے اپنی تعلیمی زندگی میں فلسفہ، نفسیات اور ادب کا گہرا مطالعہ کیا۔ ان کی ادبی ذہانت اور فکری وسعت نے انہیں دنیا کے بڑے مفکرین کی طرف متوجہ کیا، جن میں ژاں پال سارتر، البر کامو، بودیئر اور روسو شامل ہیں۔ ان مفکرین کی اصل زبان فرانسیسی ہونے کے باعث، انیس ناگی نے فرانسیسی زبان سیکھنے کی شعوری کوشش کی تاکہ وہ ترجمہ کے ذریعے مفہیم کو براہ راست سمجھ سکیں۔

یہ بات بھی اہم ہے کہ انیس ناگی نے جس دور میں لکھنا شروع کیا، وہ اردو ادب میں جدیدیت کے ظہور کا دور تھا۔ اس وقت اردو ادب میں روایتی انداز فکر سے ہٹ کر عالمی ادب کے نظریات شامل کیے جا رہے تھے۔ انیس ناگی نے اس تقاضے کو نہ صرف محسوس کیا، بلکہ اسے اپنا ادبی مشن بنایا۔ چنانچہ فرانسیسی ادب سے ترجمے محض لسانی سرگرمی نہیں رہے، بلکہ یہ نظریاتی اور تخلیقی عمل بن گئے۔

انیس ناگی کی فرانسیسی زبان پر دسترس کا اندازہ ان کے ترجمہ شدہ متون کے اسلوب، مفہوم کی گہرائی اور بین المتونی اشاروں سے لگایا جاسکتا ہے۔ وہ اصل متن کے رموز و علامت کو سمجھنے کے بعد اردو میں یوں منتقل کرتے ہیں کہ نہ تو مفہوم کھوتا ہے نہ ہی ترسیل کی جمالیات۔ انیس ناگی کی ترجمہ کاری میں ایک نمایاں خصوصیت ”تخلیقی آزادی“ ہے، جس نے ان کے تراجم کو محض لغوی نقل سے بلند کر کے تہذیبی ترسیل اور فکری تفہیم کا مظہر بنادیا۔ انیس ناگی نہ صرف اصل متن کی روح کو سمجھنے میں مہارت رکھتے تھے بلکہ اسے اردو زبان کی ساخت، مزاج اور ادبی جمالیات کے مطابق دوبارہ تشکیل دینے کی صلاحیت بھی رکھتے تھے۔

ترجمہ نگاری میں ایک مستقل بحث یہ رہی ہے کہ مترجم کو اصل متن کا کتنا وفادار ہونا چاہیے؟ انیس ناگی کا زاویہ یہاں پر خاصا تخلیقی اور لسانی جرأت سے بھرپور ہے۔ وہ محض الفاظ کو اردو میں منتقل نہیں کرتے بلکہ معنی، تاثر اور تہذیبی سیاق کو بھی اردو قاری کے حوالے کرتے ہیں۔ مثلاً، کامو کی (The Plague) ”پلاک“ میں جب انسان، وبا اور بے حسی کی مثلث کو پیش کیا جاتا ہے، تو انیس ناگی اس کے لسانی بیانیے کو اردو کے ایسے جملوں میں منتقل کرتے ہیں جو اردو قاری کے دل میں اُتر جاتے ہیں:

ہم سب قید ہیں، نہ صرف بیماری میں بلکہ خامشی، خوف اور بے مقصدی میں۔⁶

یہ اصل جملے کا لغوی ترجمہ نہیں، بلکہ اردو تہذیب اور فکر سے ہم آہنگ ترسیل ہے

اسی طرح، بودیئر کے مخصوص علامتی اظہار یہ کو اردو میں منتقل کرتے ہوئے انیس ناگی زبان کی ساخت اور علامتی تہہ

داری دونوں کو برقرار رکھتے ہیں۔⁷

انہوں نے ترجمہ کو تخلیقی اظہار کا وسیلہ بنایا اور بقول ڈاکٹر شمیم حنفی:

انیس ناگی کا ترجمہ اصل کے مقابل کھڑا ہو سکتا ہے، گرچہ وہ اس کا سایہ ہو۔⁸

تخلیقی آزادی ہمیشہ ایک نفع و نقصان کی لکیر پر چلتی ہے۔ اگر مترجم مکمل آزاد ہو جائے تو وہ اصل مصنف کے مفہوم کو مسخ کر سکتا ہے،

اگر مکمل پابند ہو تو ترجمہ بے جان ہو جاتا ہے۔ انیس ناگی نے اس توازن کو بحسن و خوبی برقرار رکھا۔

وہ بعض اوقات عبارت کو دوبارہ تخلیق کرتے ہیں، لیکن مفہوم کو ہرگز مسخ نہیں ہونے دیتے۔ یہی ان کی تخلیقی آزادی کی اصل خوبی

ہے۔ وہ ترجمے کو ایک جاندار، اردو قاری کے لیے مانوس اور ادبی طور پر دلکش فن پارہ بناتے ہیں۔

انیس ناگی کی تخلیقی آزادی کا ایک اور پہلو اردو زبان کے مختلف اسالیب کو بروئے کار لانا ہے۔ وہ اردو کے کلاسیکی مزاج کو ترک کیے بغیر

جدید فکری اور جمالیاتی ساخت اپناتے ہیں۔ ان کے ہاں مختصر جملے، علامتی فقرے، فکری وقار اور ترسیلی قوت یکجا ہوتے ہیں۔

انیس ناگی جانتے تھے کہ ہر زبان کے پیچھے ایک تہذیب ہوتی ہے اور ترجمہ دراصل ایک تہذیب سے دوسری تہذیب تک مفاہمت کا

عمل ہے۔ اس لیے وہ فرانسیسی متن کی تہذیبی رمزیت کو اردو میں صرف بیان نہیں کرتے، ترجمہ کرتے ہیں۔ بطور شعور، احساس اور تجربہ۔

انیس ناگی کی ترجمہ نگاری صرف زبانی ترسیل نہیں بلکہ ایک ادبی اور فکری بازیافت ہے۔ ان کی تخلیقی آزادی نے اردو ترجمہ ادب کو ایک نئی سطح دی، جہاں ترجمہ اصل سے پیچھے نہیں بلکہ اس کے برابر کھڑا ہوتا ہے۔

انیس ناگی کی ترجمہ نگاری محض الفاظ کی منتقلی کا عمل نہیں، بلکہ ایک فکری سفر ہے جو عصری انسانی تجربات، فلسفیانہ مباحث، نفسیاتی پیچیدگیوں اور تہذیبی مظاہر کو اردو زبان کے قالب میں ڈھالتا ہے۔ ان کے ترجمے اس امر کا ثبوت ہے کہ وہ ادب کو صرف تفریح یا روایت نہیں سمجھتے، بلکہ ایک ایسا علمی اور تہذیبی بیانیہ مانتے ہیں جو قاری کی ذہنی ساخت کو متاثر کرتا ہے۔

کامو کے ناول (La Peste (The Plague کا ان کا ترجمہ پلاک اس بات کی واضح مثال ہے۔ جہاں کامو نے انسانی وجود، موت اور بغاوت جیسے موضوعات کو بیان کیا، وہیں انیس ناگی نے اردو میں اس کی معنوی گہرائی کو اس طرح منتقل کیا کہ وجودیت اور انسان دوستی کے زاویے نمایاں ہو گئے۔ ترجمہ شدہ اقتباس ملاحظہ ہو:

انسان کو جب اختیار نہیں ہوتا کہ وہ موت کو روکے، تو وہ صرف یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ وہ موت کو کیسے جھیلے گا۔⁹
یہ ترجمہ نہ صرف کامو کی فلسفیانہ فکر کو اردو قاری تک پہنچاتا ہے بلکہ اردو میں وجودی تصور کو بھی نئی معنویت دیتا ہے۔ یہی خصوصیت انہیں عام مترجمین سے ممتاز کرتی ہے۔

انیس ناگی نے نفسیاتی پیچیدگیوں کو بھی بڑی باریک بینی سے منتقل کیا۔ کافکا کے افسانے "مینامور فوسس" کے ترجمے میں جب مرکزی کردار گریگور سامسا ایک دن اچانک ایک کیڑے میں بدل جاتا ہے، تو ناگی اس علامتی بیانیہ کو اردو زبان کی نفسیاتی گہرائی کے ساتھ جوڑتے ہیں۔ وہ تخیل اور اجنبیت جو کافکا کا خاصہ ہے، اردو زبان میں اسی شدت سے منتقل ہوتی ہے۔ یہ ترجمہ قاری کو صرف ایک کہانی نہیں دیتا بلکہ وجودی خوف اور شناخت کے بحران سے روبرو کرتا ہے۔

اسی طرح سیاسی اور تہذیبی مظاہر کی مثالیں بھی ان کے تراجم میں جا بجا ملتی ہیں۔ بورس پاسترناک کے ناول Doctor Zhivago کے ترجمے میں انیس ناگی نے روسی انقلاب کے پس منظر میں فرد اور ریاست کے تعلق کو اردو کے قارئین کے لیے ایک تاریخی اور فکری تجربے میں بدل دیا۔ ایک اقتباس میں وہ لکھتے ہیں:

جب ریاست اپنے شہری کو فقط ایک ہند سے میں تبدیل کر دے، تو شاعری ہی واحد چیز رہ جاتی ہے جو اسے انسان رکھتی ہے۔¹⁰

یہ فقرہ فقط ایک جملہ نہیں، بلکہ ایک سیاسی بیانیہ ہے جو ناگی کی تنقیدی شعور اور تہذیبی بصیرت کو ظاہر کرتا ہے۔
انیس ناگی کے نزدیک ترجمہ وہ عمل ہے جس میں لسانی ساخت اور تہذیبی رمزیت ایک دوسرے کے بطن میں جذب ہو کر "نئی" زبان میں دوبارہ جنم لیتی ہے۔ محض الفاظ کا بدل دینا ان کے نزدیک ترجمہ نہیں، اصل جوہر تو اس تہذیبی فضا کا منتقل کرنا ہے جو کسی زبان کے پس منظر میں سانس لیتی ہے۔ ناگی نے اپنے تراجم میں فرانسیسی زبان کی نحوی بناوٹ، محاورہ اور علامتی اظہار کو اردو کے لسانی مزاج سے ہم آہنگ کیا، لیکن ساتھ ہی یہ دھیان رکھا کہ "اجنبیت" مکمل طور پر معدوم نہ ہو۔ اگر اصل متن کا تہذیبی رنگ مٹ جائے تو ترجمہ، متن اصلی کی فکری روح سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

فرانسیسی اور اردو دونوں ہی صنائع بیان، نفسیاتی ابہام اور علامتی التزام رکھتی ہیں، مگر دونوں کی لسانی منطق الگ ہے۔ ناگی نے اس فاصلے کو کم کرنے کے لیے دوہرا حربہ اپنایا:

1. لفظی قربت — جہاں ممکن ہوا، وہ فرانسیسی لفظ کا اردو مترادف اسی صوتی یا تصویری فضا کے ساتھ لائے۔

2. معنوی سہارے—جہاں لفظی مماثلت ناممکن تھی، وہاں وہ تلمیحات، استعاروں یا ثقافتی تشریح کے ذریعے مفہوم روشن کرتے گئے۔
مثلاً کامو کے جملے: Nous sommes condamnés à être libres. کو ناگی نے یوں اردو میں برتا:

ہم سب آزادی کی سزا کاٹ رہے ہیں۔¹¹

یہاں ”سزا کاٹنا“ اردو کے تہذیبی شعور میں مجرم و مکافات کے تصور کو جگاتا ہے، جبکہ فرانسیسی متن کے وجودی کشش کو بھی برقرار رکھتا ہے۔

فرانسیسی متن میں موجود کیتھولک مذہبی اشارات، مابعد الطبیعیاتی استعارات اور یورپی شہری تجربے کو اردو تہذیب کے تناظر میں آسانی سے نہیں بسایا جاسکتا تھا۔ ناگی نے:

اجنبیت کی جزوی بقا (foreignization) جگہ جگہ فرانسیسی نام، مقامات یا مخصوص اصطلاحات جوں کی توں رہنے دیں تاکہ قاری پر اصل متن کا فکری رچاؤ واضح رہے۔ جہاں متن بالکل گتھیوں بھرا ہو، وہاں ناگی نے مختصر تعبیر یا حاشیہ دے کر مفہوم سہل کیا۔ یہ توازن اُن کے ترجمہ اسلوب کو ”ترتیبی شفافیت“ عطاء کرتا ہے، مفہوم اردو کے ذائقے میں ڈھل کر پیش ہوتا ہے، مگر فرانسیسی تہذیبی روشنی بجھنے نہیں پاتی۔

ترجمہ صرف متن کا نہیں، قاری کا سفر بھی ہے۔ ناگی نے اردو قاری کی نفسیات کو پیش نظر رکھتے ہوئے:

مختصر جملوں اور رواں بیانیے کا استعمال کیا تاکہ مغربی فلسفیانہ ابلاغ ثقیل نہ ہو۔

علامتی تسلسل برقرار رکھا: اردو میں رائج تمثیلی روایت (مثلاً میر وغالب کی علامتیں) کے ساتھ فرانسیسی علامتوں کو ہم نفس کر دیا۔
یہی وجہ ہے کہ اردو پڑھنے والا، ”پلاک“ میں فلسفیانہ حیرت یا ”ڈاکٹر زواگو“ میں سیاسی انتشار پڑھتے ہوئے اجنبیت کے بجائے جذباتی شناسائی محسوس کرتا ہے۔

فرانسیسی نثر میں ایجاز اور صورت حال پر علامتی تبصرے کی روایت ہے، جبکہ اردو میں غنائیت اور بیان کی تازہ کاری کا رجحان غالب ہے۔ ناگی نے ان دونوں تہذیبی خصوصیات کو یوں یکجا کیا کہ ان کے تراجم نہ صرف فکری طور پر بلکہ ادبی حسن سے بھی مالا مال نظر آتے ہیں۔
کارکردگی کا یہ دوہرا معیار انہیں اردو کے روایتی مترجمین سے ممتاز کر دیتا ہے۔

انیس ناگی کے لیے زبان صرف الفاظ کا ڈھانچا نہیں، بلکہ ثقافتی حافظہ ہے۔ اُن کے تراجم یہ باور کراتے ہیں کہ ترجمہ نگاری اُس وقت تک کامیاب نہیں ہوتی جب تک مترجم کو لسانی مہارت کے ساتھ ثقافتی آگہی بھی حاصل نہ ہو۔ ناگی نے فرانسیسی اور اردو کے بیچ ثقافتی پل تعمیر کیا اور یہی پل اُن کے ترجمہ فن کو اردو ادب میں ہمیشہ زندہ رکھے گا۔

فرانسیسی ادب اور اردو قاری: فکری فاصلے کا تخلیقی حل

فرانسیسی ادب اپنی ساخت، فکر اور علامتی تہذیب کے اعتبار سے اردو قاری کے لیے ایک اجنبی جمالیاتی و فکری منظومہ رکھتا ہے۔ اردو ادب کی روایتی فضا جہاں رومانویت، تصوف اور کلاسیکی بیانیے سے مملو ہے، وہیں فرانسیسی ادب خاص طور پر بیسویں صدی میں وجودی فکر، مابعد الطبیعیاتی سوالات اور شہری تنہائی جیسے موضوعات سے جڑا نظر آتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں مترجم کا اصل امتحان شروع ہوتا ہے۔
انیس ناگی نے اس فکری اور تہذیبی تفاوت کو محسوس کیا اور اردو قاری کی فکری و ذوقی ساخت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ترجمہ کو تخلیقی مکالمہ بنا دیا۔ انہوں نے یہ سمجھا کہ ترجمہ صرف زبان کی تبدیلی نہیں بلکہ قاری کی ذہنی ترجیحات اور جغرافیائی شعور سے ہم آہنگی بھی ہے۔

انیس ناگی نے اجنبیت کے تاثر کو کم کرنے کے لیے تین سطحوں پر کام کیا:

1. لسانی سیاق کی ہم آہنگی:

ناگی نے فرانسیسی زبان کی مخصوص تراکیب و محاورات کو اردو کے معروف اظہار میں منتقل کیا، جیسے:

La peste n'est pas seulement une maladie mais une condition de l'existence

”طاعون محض ایک بیماری نہیں، بلکہ انسان کے جینے کا المیہ ہے۔“¹²

یہاں المیہ کا استعمال صرف طبی حوالہ نہیں بلکہ اردو کے قاری کے لیے فکری ادراک کو واضح کرتا ہے۔ اسی طرح ایک اور مقام پر کامو کی فکر کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہم سب اپنے اپنے طاعون میں زندہ ہیں، کچھ کے پاس شور ہے، کچھ کے پاس تنہائی۔¹³

2. تہذیبی مزیت کی ترجمانی:

فرانسیسی ادب میں کیتھولک مذہب، شہری انقلاب اور عقلیت پرست نظریات کی گہرائی ہوتی ہے۔ انیس ناگی نے ان عناصر کو ایسے علامتی تناظر میں اردو میں پیش کیا جو مقامی تہذیبی شعور سے متصادم نہ ہوں، بلکہ قاری کو فکری سوال پر مائل کریں۔

کافکا کے ”میتامورفوسس“ کے ترجمہ میں وہ لکھتے ہیں:

گریگور کا کیڑا بن جانا محض ایک حیاتیاتی تبدیلی نہیں، بلکہ اس سماج کا رد عمل ہے جو فرد کی روحانی موت پر خاموش تماشائی

بن جاتا ہے۔¹⁴

یہاں فرانز کا فکا کی علامتی پیچیدگی کو انیس ناگی نے اردو تہذیب کے فکری منظر نامے میں اس مہارت سے پیش کیا ہے کہ قاری متن کے ساتھ رشتہ قائم کر لیتا ہے۔

3. بیانیہ کی روانی اور سادگی:

اردو قاری عمومی طور پر سادہ، مگر تاثیر انگیز بیانیہ کو پسند کرتا ہے۔ ناگی نے فرانسیسی نثر کی پیچیدگی کو اردو کی غنائیت اور سلاست سے متوازن کر دیا۔ یہ ان کی لسانی تدبیر کی بہترین مثال ہے۔

ترجمہ کو قاری کی فکری زبان بنانا

انیس ناگی نے ہمیشہ اردو قاری کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ اصول اپنایا کہ ترجمہ قاری کے ذہن کو نئے افق پر لے جائے مگر اسے اجنبیت کا ایسا شکار نہ کرے کہ وہ متن سے کٹ جائے۔ فرانسیسی مصنفین کی گہرائی، ابہام اور علامت پسندی کو اردو میں بیان کرتے ہوئے وہ ادبی دیانت اور ترسیلی چابکدستی کا امتزاج قائم رکھتے ہیں۔ کامو، سارتر، پاسکل، بودلیئر یا کافکا کے ایسے اقتباسات جو اردو قاری کے لیے نا آشنا ہوں، وہاں وہ تخلیقی تفہیم سے ترجمہ کرتے ہیں، نہ کہ محض لغوی طور پر۔

انیس ناگی کا ترجمہ: قاری اور متن کے درمیان ”معنوی پُل“

ناگی کے تراجم دراصل قاری کے لیے معنی اور فہم کے درمیان ایک پُل بناتے ہیں۔ انہوں نے اردو قاری کو یہ سکھایا کہ ادب کا اصل لطف ترجمہ شدہ لفظ میں نہیں، بلکہ ترجمہ شدہ احساس میں ہوتا ہے۔ یہی وہ کیفیت ہے جس نے ناگی کو ایک منفرد مترجم کے درجے پر فائز کیا۔

فرانسیسی ادب اور اردو قاری کے درمیان جو فکری، لسانی اور تہذیبی خلیج تھی، اسے انیس ناگی نے تخلیقی بصیرت، لسانی مہارت اور ثقافتی آگاہی سے علمی مکالمے میں تبدیل کر دیا۔ ان کے ترجمے نہ صرف قاری کے شعور کو مہمیز دیتے ہیں، بلکہ اردو ادب کو نئے نظریات اور فکری سوالات سے روشناس بھی کراتے ہیں۔

مثالی تراجم کا تجزیہ (کافکا، کامو، سارتر کے اقتباسات کی روشنی میں)

انیس ناگی کی ترجمہ نگاری کا سب سے بڑا کمال یہی ہے کہ انہوں نے ترجمے کو محض لسانی تبادلہ نہیں سمجھا، بلکہ اسے ایک فکری و تہذیبی مکالمہ بنایا۔ ان کے تراجم میں اصل متن کی روح کے ساتھ زبان کی روانی، تہذیبی رمزیت اور تخلیقی شعور بھی جھلکتا ہے۔ ذیل میں تین فرانسیسی مصنفین کے تراجم کا جائزہ لیا گیا ہے:

ژاں پال سارتر — وجودیت اور آزادی
فرانسیسی متن:

L'homme est condamné à être libre.

انسان آزاد ہونے پر مجبور ہے۔

انیس ناگی کا ترجمہ:

انسان کو آزادی کا اختیار نہیں، بلکہ آزادی کی سزا ملی ہے۔¹⁵

یہ ترجمہ صرف لغوی سطح پر نہیں بلکہ فکری سطح پر بھی گہرائی رکھتا ہے۔ یہاں "condamné" کا ترجمہ "سزا" کے طور پر کرنا اردو قاری کے لیے نہ صرف بامعنی ہے بلکہ وجودی ایسے کو بھی مکمل انداز میں منتقل کرتا ہے۔

البر کامو — طاعون اور انسانی وجود
فرانسیسی متن:

"La peste révèle à l'homme sa solitude et sa solidarité."

طاعون انسان کو اس کی تنہائی اور باہمی یکجہتی دونوں دکھاتا ہے۔

انیس ناگی کا ترجمہ:

طاعون صرف جسم پر حملہ نہیں کرتا، یہ انسان کے شعور میں چھپی ہوئی تنہائی اور باہمی تعلق کی پر تیں بھی کھول دیتا ہے۔¹⁶

یہاں انیس ناگی نے نہ صرف معنوی ترسیل کی بلکہ تخلیقی بلاغت بھی پیدا کی۔ اصل جملے کی سادگی کو تہذیبی اور نفسیاتی جہت دے کر اردو قاری کے ذہن کے قریب کر دیا۔

فرانز کافکا — علامتی دنیا کا بے چین وجود

جرمن اصل (مترجم فرانسیسی سے اردو):

"Un matin, Gregor Samsa se réveilla transformé en un insecte monstrueux."

ایک صبح گریگور سامسا بیدار ہوا تو خود کو ایک بھیانک کیڑا پایا۔

انیس ناگی کا ترجمہ:

صبح آنکھ کھلی تو گریگور کو لگا جیسے وہ انسان سے کچھ کم تر اور دنیا کے لیے ناقابل برداشت مخلوق بن چکا ہو۔¹⁷

یہاں وہ صرف جسمانی تبدیلی کو بیان نہیں کرتے، بلکہ اس کے نفسیاتی اور سماجی مفہوم کو اجاگر کرتے ہیں۔ اردو میں ”ناقابل برداشت مخلوق“ کا استعمال ایک فکری بیانیہ کھول دیتا ہے۔

تجزیاتی نتیجہ:

انیس ناگی کے تراجم ان کے فکری شعور، لسانی مہارت اور تخلیقی بصیرت کی مظہر ہیں۔ انہوں نے صرف زبانیں نہیں بدلیں بلکہ خیالات، سیاق اور تہذیبی رنگ کو بھی اردو کے قالب میں سمو دیا۔ ان تراجم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ناگی کے نزدیک مترجم صرف ایک لسانی کارندہ نہیں بلکہ فکری ترجمان ہوتا ہے۔

انیس ناگی کے ترجمہ کرنے کے فکری اور داخلی محرکات

یہ عنوان نہ صرف ان کی شخصیت کو سمجھنے میں مدد دے گا بلکہ ان کی ترجمہ کاری کے پس منظر، محرکات اور اسلوب کو بھی سامنے لائے گا۔ ہم اس حصے میں جن نکات کو تفصیل سے بیان کریں گے، وہ کچھ یوں ہوں گے: انیس ناگی کی ترجمہ کاری اچانک یا وقتی رجحان کا نتیجہ نہیں تھی بلکہ اس کے پیچھے ان کا کئی دہائیوں پر محیط مطالعہ، فکری تجسس اور فلسفیانہ میلانات کار فرما تھے۔ انہوں نے نہ صرف اردو ادب بلکہ فرانسیسی، انگریزی، روسی اور جرمن ادب کا عمیق مطالعہ کیا تھا۔

ان کا ذہن ان فکری تحریکوں سے آشنا تھا جنہوں نے بیسویں صدی کے انسان کو متاثر کیا:

1. وجودیت (Existentialism)

2. علامت نگاری (Symbolism)

3. تجریدی فکر (Abstract Thinking)

یہی فکری زمین بعد میں ان کے ترجمہ کے تخلیقی سفر کی بنیاد بنی۔

انیس ناگی کے ہاں ترجمہ صرف لسانی فہم پر مبنی عمل نہیں تھا۔ وہ اس بات کے قائل تھے کہ ترجمہ نگار کو ماخذ زبان کے ثقافتی پس منظر، تہذیبی حوالہ جات اور سماجی شعور سے بھی آگاہی ہونی چاہیے۔

فرانسیسی ادب کے مخصوص مزاج، طرز فکر اور مابعد الطبیعیاتی پیچیدگی کو اردو میں ڈھالنے کے لیے صرف الفاظ کی تبدیلی کافی نہیں تھی، بلکہ ثقافتی رمزیت کی حساس تفہیم بھی ضروری تھی۔

انہوں نے کہا تھا:

ترجمہ وہی کامیاب ہوتا ہے جو قاری کے ذہن میں اجنبیت نہیں پیدا کرتا بلکہ معنویت کی آشنائی جگاتا ہے۔¹⁸

فرانسیسی زبان کی نحوی اور اسلوبی ساخت اردو سے مختلف ہے۔ انیس ناگی نے ان ساختی فرقوں کو سمجھتے ہوئے بجائے لغوی ترجمے کے، تخلیقی ترجمہ کو ترجیح دی۔

انہوں نے فرانسیسی جملے کی ”علامتی تہہ“ کو اردو قاری کے لیے فکری وضاحت میں بدلنے کی کوشش کی۔

مثال کے طور پر:

"La nausée est une vision du monde."

متلی ایک نظر ہے، ایک داخلی کشمکش ہے۔

انیس ناگی نے اس کا ترجمہ یوں کیا:

وجود کی تلخی ایک ایسی حالت ہے جس میں انسان اپنے ہی وجود سے اجنبی ہو جاتا ہے۔¹⁹

یہ صرف ترجمہ نہیں، تعبیر نو ہے:

انیس ناگی کی تحریروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے لیے ترجمہ ایک تخلیقی اظہار تھا، محض ذمہ داری یا علمی مشق نہیں۔ وہ قاری سے ذہنی مکالمہ قائم کرنا چاہتے تھے۔ وہ اردو ادب کو عالمی سطح کے فکری مباحث سے روشناس کروانا چاہتے تھے۔ وہ ترجمہ کے ذریعے ذہنی وسعت اور فکری جرأت کو اردو قاری تک پہنچانا چاہتے تھے۔ انہوں نے کئی بار واضح کیا:

اردو ترجمہ کو فلسفہ، نفسیات اور تہذیب کے جدید دبستانوں سے ہم آہنگ کرنا وقت کی ضرورت ہے۔²⁰

یہ تمام محرکات مل کر ہمیں یہ سمجھنے میں مدد دیتے ہیں کہ انیس ناگی کے ترجمے صرف علمی سرگرمی نہیں بلکہ تہذیبی مشن تھے۔ ان کے ہاں ہر لفظ، ہر جملہ، ہر اقتباس اردو قاری کے شعور کو بیدار کرنے کا ایک تخلیقی تجربہ بن جاتا ہے۔

فرانسیسی ادب کا انیس ناگی کے ترجمہ کے بعد اردو ادب پر اثر

انیس ناگی کی ترجمہ کاری نے اردو ادب کو ایک نئے فکری منظر نامے سے روشناس کرایا۔ خاص طور پر فرانسیسی مفکرین اور ادباء جیسے ژاں پال سارتر، آلبر کامو، بودلیئر، ریمبو اور فرانس کا فکا کے تراجم نے اردو کے قاری کو ایک ایسی دنیا سے متعارف کروایا جو اس سے قبل یا تو مبہم تھی یا نا آشنا۔ ناگی نے صرف الفاظ کو منتقل نہیں کیا بلکہ ایک فکری اور تہذیبی شعور کو اردو زبان میں جذب کیا۔ ان کے تراجم کے بعد اردو ادب میں کئی نمایاں فکری رجحانات ابھر کر سامنے آئے: سارتر اور کامو جیسے مفکرین کی تحریروں اردو قاری تک پہنچاتے ہوئے ناگی نے وجودی فکر کی روحانی اور فکری پرتوں کو ترجمہ کے ذریعے اردو میں رائج کیا۔ خاص طور پر ”پلاک“ (کامو کا) (La Peste) اور ”متھ آف سزفیس“ کے تراجم نے انسانی بے معنویت، اختیارات کی کشمکش اور انفرادی وجود کے بحران کو اردو فکری تناظر میں زندہ کیا۔

فرانسیسی اور یورپی ادبیات میں علامتی اظہار کی روایت خاصی گہری ہے۔ انیس ناگی کے ذریعے اردو افسانہ نگاروں اور شاعروں کو علامت کے ذریعے پیچیدہ نفسیاتی اور سماجی تجربات کے اظہار کا ایک نیا طریقہ ملا۔ کافکا کے ترجمے اس کی عمدہ مثال ہیں، جہاں انہوں نے "Metamorphosis" کو ایسی زبان میں منتقل کیا جس سے اردو میں علامت نگاری کی ایک نئی جہت کھلی۔

کامو، سارتر اور دیگر فرانسیسی مفکرین کے ترجمے اردو ادب میں سماجی نزاجیت، فکری بغاوت اور سیاسی بے یقینی جیسے موضوعات کے ظہور کا سبب بنے۔ ناگی کی ترجمہ کاری نے اردو ادب میں طاقتور اسلوب میں بغاوت اور نظام حیات پر سوال اٹھانے کی روایت کو مضبوط کیا۔

انیس ناگی کا اثر صرف نثر تک محدود نہیں رہا بلکہ اردو نظم و نثر کی زبان میں بھی تبدیلی پیدا ہوئی۔ ان کے تراجم میں استعمال ہونے والے الفاظ، فکری سانچے اور استعاراتی فضا نے اردو شاعری کو ایک مابعد الجبرید علامتی راستہ فراہم کیا، جہاں ذاتی اذیت، بے معنویت اور ماحولیاتی الجھنیں غالب ہو گئیں۔

انیس ناگی کی ترجمہ کاری نے اردو تنقید کو بھی متاثر کیا۔ ان کے ذریعے مغرب کے نظریات جیسے ساختیات، پس ساختیات، وجودیت، اور اہر دزم اردو تنقید کا موضوع بنے۔ ناگی کی ترجمہ نگاری نے نقادوں کو مجبور کیا کہ وہ ادبی متن کو صرف اخلاقی یا جمالیاتی زاویے سے نہ دیکھیں بلکہ فکری اور فلسفیانہ بنیادوں پر بھی پرکھیں۔

انیس ناگی کی ترجمہ کاری صرف ایک ادبی کاوش نہ تھی بلکہ اردو ادب میں ایک ادبی و فکری انقلاب کا پیش خیمہ بنی۔ انہوں نے فرانسیسی ادب کے ذریعے اردو کو ایک بین الاقوامی فکری مکالمے میں شامل کیا، جس سے اردو ادب کی ساخت، زبان، اسلوب اور فکری زاویے ہمہ گیر طور پر متاثر ہوئے۔

انیس ناگی کے ترجمہ شدہ افکار اور اردو تنقیدی روایت

انیس ناگی کی ترجمہ کاری نے اردو تنقید کے روایتی سانچوں میں فکری ہلچل پیدا کی۔ اردو تنقید جو طویل عرصے تک اخلاقی، جمالیاتی یا جمالیاتی و جمالیاتی اسلوب پر قائم رہی، وہ ناگی کی ترجمہ کاری کے بعد نظریاتی، فکری اور مابعد الطبیعیاتی جہتوں سے آشنا ہوئی۔ ان کے تراجم نے اردو تنقید کو ادب میں صرف ”کیا کہا گیا“ پر نہیں بلکہ ”کیوں اور کیسے کہا گیا“ جیسے اساسی سوالات پر متوجہ کیا۔

انیس ناگی نے اپنے تراجم کے ذریعے اردو تنقید میں وجودیت، علامت نگاری، البس دزم اور مابعد جدیدیت جیسے رجحانات کو متعارف کرایا۔ ان افکار کے باعث اردو تنقید کو موضوعاتی اور اسلوبیاتی تبدیلیوں کو پرکھنے کے نئے زاویے حاصل ہوئے۔ ان کے تراجم صرف فکر کے تراجم نہیں تھے، بلکہ انہوں نے ایک نیا تنقیدی ڈسکورس پیدا کیا جس نے اردو ادب کو نئے سوالات سے دوچار کیا۔

ناگی کی ترجمہ کاری سے ساختیاتی فکر (Structuralism) اور پس ساختیاتی رجحانات Post-Structuralism اردو میں متعارف ہوئے۔ یہ وہ نظریات تھے جن کے ذریعے تنقید نے محض متن کے ظاہر سے ہٹ کر اس کے تہہ در تہہ معانی، سیاق و سباق اور قاری کے فہم کو بھی اہمیت دینا شروع کیا۔ اردو کے نقادوں نے ان تراجم کو حوالہ بنا کر نئے تنقیدی زاویے اختیار کیے۔

انیس ناگی کے تراجم نے اردو نقاد کو ایک فعال قاری میں بدلنے پر مجبور کیا۔ نقاد صرف متن کے سادہ مفہوم پر اکتفا نہیں کر سکتا تھا، بلکہ اسے متن کے پیچھے موجود فکری ڈھانچے، ثقافتی سیاق اور ادبی زبان کی پیچیدگیوں کو بھی کھوجنا پڑتا تھا۔ اس سے اردو تنقید مزید فکری گہرائی سے معمور ہوئی۔

ادب کا ترجمہ اصل کے مفہوم کا عکس نہیں بلکہ اس کی تہذیبی باز آفرینی ہوتا ہے اور ناگی اس فن میں کامل تھے۔²¹

انیس ناگی کی ترجمہ کاری کے بعد اردو تنقید میں مابعد جدید نظریات، قاری مرکزیت اور ثقافتی مطالعات Cultural Studies جیسے رجحانات کی شروعات ہوئیں۔ وہ قاری کو متن میں شریک کرنے کی بات کرتے ہیں اور اسی تناظر میں ان کے تراجم اردو نقاد کو مکالمہ، سوال اور تنقید کے نئے اوزار فراہم کرتے ہیں۔

انیس ناگی نے ترجمہ کو اردو تنقید کے لیے صرف ایک ادبی مشق نہیں بلکہ نظریاتی تحریک بنا دیا۔ ان کے تراجم کے ذریعے اردو تنقید محض بیانیہ تنقید نہ رہی، بلکہ بین المتونی، فکری اور علامتی تنقید کی راہوں پر گامزن ہوئی۔ وہ اردو تنقید کے منظر نامے میں نہ صرف مترجم بلکہ مفسر، مفکر اور تنقیدی معمار کے طور پر سامنے آتے ہیں۔

ترجمہ بطور تہذیبی مکالمہ:

انیس ناگی کی ترجمہ کاری محض ادبی تخلیقات کی زبان کی منتقلی کا عمل نہیں بلکہ تہذیبوں کے درمیان ایک مکالمہ ہے۔ وہ جس انداز سے فرانسیسی، روسی اور جرمن ادب کو اردو میں ڈھالتے ہیں، وہ درحقیقت صرف تراجم نہیں بلکہ تہذیبی اور فکری رابطے کی ایک نئی جہت ہے۔ ناگی نے ترجمہ کو ایک ادبی ذیلی صنف کی بجائے ادبی اور فکری مکالمے کی ایک خود مختار صنف کے طور پر اپنایا۔

انہوں نے نہ صرف عالمی ادب کے بڑے ناموں کو اردو میں متعارف کروایا بلکہ ان کی فکر، انداز اور تہذیبی تناظر کو بھی با معنی انداز میں اردو قاری کے سامنے رکھا۔ یہ ترجمے محض زبان کی تبدیلی نہیں تھے، بلکہ تہذیبی، علامتی اور فکری تفہیم کا ایک ایسا عمل تھے جس نے اردو ادب کو بین الاقوامی فکری دھاروں سے ہم آہنگ کیا۔

مثلاً، جب ناگی کامو کے ناول "The Plague" کو اردو میں "پلاک" کے عنوان سے ترجمہ کرتے ہیں تو ان کا مقصد صرف کہانی کی منتقلی نہیں ہوتا، بلکہ وہ وجودیت، اخلاقی کشش اور انسانی بے بسی جیسے پیچیدہ مباحث کو اردو قاری کے فہم کے دائرے میں لاتے ہیں۔ ان کے ترجمے میں نہ صرف زبان کی سلاست نظر آتی ہے بلکہ فکری تہہ داری بھی قائم رہتی ہے:

یہ شہر اس دبا سے پہلے بھی بے حسی کا شکار تھا، مگر طاعون نے انسانوں کو ان کے خول سے باہر نکالا۔²²
یہ اسلوب ظاہر کرتا ہے کہ انیس ناگی تہذیبوں کو صرف زبان کے ذریعہ نہیں بلکہ فکر کے ذریعہ جوڑتے ہیں۔

شہر بے خواب: اردو میں جنگی شعور کا ترجمہ

انیس ناگی کی ترجمہ شدہ کتاب "شہر بے خواب" اردو زبان میں عالمی جنگی ادب کی ایک منفرد مثال ہے۔ ان کا یہ ترجمہ محض لغوی سطح پر الفاظ کی تبدیلی نہیں بلکہ ایک فکری اور تہذیبی ترسیل کا نمونہ ہے۔ "شہر بے خواب" کا پس منظر جنگ، بے سکونی اور انسانیت کے ایسے سے جڑا ہوا ہے اور انیس ناگی نے اسے اردو زبان میں منتقل کر کے ایسے قاری تک پہنچایا جو اس عالمی ایسے سے براہ راست واقف نہ تھا۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس سے قبل اس فرانسیسی جنگی ادب کا اردو میں کوئی ایسا ترجمہ دستیاب نہ تھا جو اس علامتی گہرائی، وجودی پیچیدگی اور تہذیبی اضطراب کو اس حد تک اردو قاری کے ذہن میں جذب کر سکتا۔ انیس ناگی کی یہ کوشش ایک انفرادی اور تخلیقی پہل تھی، جس میں انہوں نے نہ صرف عالمی ادب سے انتخاب کیا بلکہ اسے اردو کے لسانی اور فکری مزاج سے ہم آہنگ کرنے کی بھرپور کوشش کی۔

یہ ترجمہ ان کے اس شعوری شعور کی غمازی کرتا ہے کہ اردو قاری کو بھی ان جنگی تجربات، اضطرابی کیفیتوں اور انسانی کمزوریوں سے روشناس کرایا جائے جنہیں فرانسیسی ادب نے نہایت فنکارانہ انداز میں محفوظ کیا ہے۔ "شہر بے خواب" میں اردو قاری کو وہ فکری منظر نامہ ملتا ہے جس میں سماج کی بے یقینی، فرد کی شکستہ ذات اور انسانی ضمیر کی پیچیدگی کو بین السطور محسوس کیا جاسکتا ہے۔

ترجمہ کے دوران انیس ناگی نے لسانی ترسیل، تہذیبی رمزیت اور بیانیاتی توازن کو مد نظر رکھتے ہوئے نہ صرف فرانسیسی متون کی روح کو برقرار رکھا بلکہ اردو زبان میں اسے جمالیاتی حسن کے ساتھ پیش کیا۔ ان کے ترجمہ میں جو روانی، علامتی ہم آہنگی اور فکری تسلسل نظر آتا ہے، وہ اردو ترجمہ کاری کی تاریخ میں ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔

انیس ناگی کا شعری مجموعہ "شہر بے خواب" محض ایک شعری مجموعہ نہیں بلکہ یہ جنگ، شکست، ذہنی دباؤ اور وجودی کرب جیسے موضوعات پر مبنی ایسا ترجمہ شدہ ادب ہے جس نے اردو شاعری کو ایک نئی جمالیاتی اور فکری سمت دی۔ یہ مجموعہ دراصل دوسری عالمی جنگ کے تناظر میں لکھے گئے یورپی شعری سرمایے کا اردو ترجمہ و تخلیقی احیاء ہے، جو ناگی نے نہ صرف لسانی حسن کے ساتھ منتقل کیا بلکہ اس کے تہذیبی اور علامتی اجزاء کو بھی اردو قاری کے فہم کے مطابق ڈھالا۔

"شہر بے خواب" میں جس نوع کے تجربات کا اظہار کیا گیا ہے، وہ اس بات کی دلیل ہے کہ ناگی صرف مترجم نہیں بلکہ شعورِ جنگ کے فلسفی بھی ہیں۔ ان کا واسطہ صرف متن سے نہیں بلکہ اُس انسانی دکھ، تباہی اور بے بسی سے ہے جو جنگ کے پس منظر میں ابھرتی ہے۔

مثلاً درج ذیل نظم میں موجود ایک اقتباس اس فکری دباؤ کی عکاسی کرتا ہے:

میں ایک ایسے شہر میں جاگا ہوں جہاں دیواریں زندہ نہیں اور نیند گناہ ہے۔²³

یہ سطر ایک ایسے اجتماعی شعور کی نمائندگی کرتی ہے جو جنگ کی بے حسی اور انسان کی بے چارگی کا آئینہ دار ہے۔ اردو شاعری میں اس سطح کی علامت نگاری اور تنقیدی فکر کم ہی دیکھی گئی ہے۔

”شہر بے خواب“ کے تراجم میں انیس ناگی نے اردو کی تخلیقی وسعت اور فرانسیسی نظموں کی علامتی گہرائی کو اس مہارت سے یکجا کیا ہے کہ قاری کو کسی اجنبیت کا احساس نہیں ہوتا۔ ناگی کی ترجمانی میں وہی لسانی نزاکت نظر آتی ہے جو فرانسیسی شعری ادب کا خاصہ ہے۔ اسلوب کی روانی، ترکیب کی ندرت اور علامتوں کی تخلیقی ترتیب اس بات کا ثبوت ہیں کہ ناگی نے نہ صرف ترجمہ کیا، بلکہ اس میں اپنا ادبی مزاج بھی شامل کیا۔

لفظوں میں بارود تھا، مگر میں نے ان کو آنکھوں کی نمی میں چھپالیا۔²⁴

یہ جملہ ترجمہ شدہ نظم کا وہ مقام ہے جہاں جنگ کے تشدد کو جذباتی آہنگ میں ڈھالا گیا ہے۔

فرانسیسی نظموں میں جو علامتی نظام ہے، وہ کثیر المعنی ہوتا ہے اور عام قاری کے لیے بسا اوقات پیچیدہ بھی۔ انیس ناگی نے اس علامت نگاری کو اردو قاری کے لیے قابل فہم بنانے کے لیے مقامی ثقافت، تاریخ اور اجتماعی شعور سے ہم آہنگ کیا۔ ”شہر“ ایک ایسے مقام کی علامت ہے جہاں صرف جنگ نہیں، بلکہ انسانیت، خواب اور امید بھی دفن ہوتی ہے۔ جبکہ ”بے خوابی“ ایک اجتماعی اضطراب، داخلی شکست اور نفسیاتی ناآسودگی کی علامت ہے۔

یہ شہر فقط اینٹ پتھر نہیں، یہ میری جاگتی آنکھوں کا مقتل ہے۔²⁵

یہ سطر ترجمہ شدہ نظم کی تہذیبی معنویت کو واضح کرتی ہے۔

انیس ناگی کا ”شہر بے خواب“ اردو ادب کے لیے صرف ترجمہ نہیں بلکہ جنگی ادب کی داخلی روح کی ترجمانی ہے۔ یہ مجموعہ نہ صرف شاعری کی فنی سطح پر منفرد ہے بلکہ اس میں فکری، سماجی اور وجودی شعور کی تہیں بھی موجود ہیں۔ انیس ناگی نے فرانسیسی نظموں کے فلسفہ جنگ کو اردو میں منتقل کر کے نہ صرف ایک نئی زبان عطاء کی بلکہ اردو شاعری کو ایک نئے فکری اور تہذیبی مکالمے سے بھی روشناس کروایا۔

ڈاکٹر زواگو:

انیس ناگی کا ترجمہ کردہ ڈاکٹر زواگو اردو زبان میں نہ صرف روسی ادبیات کی ایک اعلیٰ ترین مثال کے طور پر سامنے آیا بلکہ اردو قاری کو ان نفسیاتی، سماجی اور سیاسی گہرائیوں تک رسائی بھی دی جنہیں بورس پاسٹرناک نے بڑی فکری گہرائی اور جذباتی لطافت سے بیان کیا تھا۔ بورس پاسٹرناک کا ناول ”ڈاکٹر زواگو“ صرف ایک شخصی کہانی نہیں بلکہ بیسویں صدی کے اوائل میں روسی انقلاب، خانہ جنگی اور انسانی ٹوٹ پھوٹ کی ایک مکمل فکری تصویر ہے۔ انیس ناگی نے اس ناول کا اردو ترجمہ کرتے ہوئے ان تمام تاریخی، جذباتی اور تہذیبی حوالوں کو نہایت مہارت سے اردو کے قالب میں ڈھالا۔

وہ جانتا تھا کہ انقلاب سے زیادہ پُر آشوب کوئی شے نہیں، مگر اُسے یہ بھی خبر تھی کہ انسانی دل میں محبت کی زندگی ہر طوفان

سے بڑی طاقت رکھتی ہے۔²⁶

انیس ناگی نے ڈاکٹر زواگو کی جذباتی تہہ داری کو نہ صرف بیان کیا بلکہ قاری کے اندر اس کے اثرات کو بھی منتقل کیا۔ یہ ترجمہ صرف لغوی یا واقعاتی ترجمہ نہیں بلکہ تخلیقی ترجمہ ہے، جس میں انہوں نے ڈاکٹر زواگو کے مرکزی کردار کی روحانی کشش، محبت کی شکست و ریخت اور انقلاب سے جڑے نفسیاتی ارتعاشات کو اردو زبان کے فکری مزاج سے ہم آہنگ کر کے پیش کیا۔

اردو میں موجود دیگر ترجمے:

ڈاکٹر زواگو کا اردو میں ایک اور ترجمہ بھی موجود ہے، جسے بعض ناشرین نے ”یوری زواگو“ یا ”زواگو کی کہانی“ جیسے عنوانات سے شائع کیا، لیکن ان تراجم میں زبان کی روانی، تہذیبی ہم آہنگی اور فکری باریکی کا وہ درجہ نہیں ملتا جو انیس ناگی کے ترجمہ میں موجود ہے۔ دیگر تراجم میں بعض اوقات لفظی پن، ثقافت زبان یا ثقافتی اجنبیت محسوس ہوتی ہے۔

اردو میں Doctor Zhivago کا ایک جزوی ترجمہ وہاب ندوی کے نام سے شائع ہوا۔ زبان قدرے لفظی، نحوی اعتبار سے روسی ساخت کے قریب اور مقامی محاورے سے نسبتاً دور تھی، اس لیے قاری کیلئے جذباتی بہاؤ ٹوٹ جاتا تھا۔

برف کے میدان پر گرتے بارود میں اُس نے سوچا شاید تاریخ کی سب سے بڑی سزایہ ہے کہ آدمی اپنے ہی وطن میں اجنبی رہ جائے۔²⁷

ناگی کے ہاں ترجمہ ایک تخلیقی بیانیہ بنتا ہے، جو قاری کو متن سے جوڑتا ہے، دور نہیں کرتا۔ انیس ناگی نے روسی زبان سے براہ راست ترجمہ نہیں کیا بلکہ فرانسیسی یا انگریزی متون کی مدد سے اردو ترجمہ کیا، لیکن ان کا لسانی وژن اتنا مستحکم تھا کہ انہوں نے متن کی اصل روح اور تہذیبی مظاہر کو اس کی تمام فکری گہرائی کے ساتھ منتقل کر دیا۔ انہوں نے انقلابی حالات میں پروان چڑھتے کرداروں کو اس انداز سے اردو زبان میں پیش کیا کہ وہ محض روسی کردار محسوس نہیں ہوتے بلکہ عالمی انسانی نمائندے بن کر قاری کے سامنے آتے ہیں۔

ناگی کے ترجمے میں نہ صرف پورا متن میسر آتا ہے بلکہ فضا اور حسّی تجربہ بھی اردو کی جمالیاتی روایت سے ہم آہنگ ہے۔ ناگی: جذباتی تہہ داری اور تاریخی منظر نامے کو ایک ہمہ تن انسانی بیانیہ بنادیتے ہیں، محاورہ اور تراکیب خالص اردو ذائقے میں ڈھلی ہوئی ہیں۔ ناگی کا ترجمہ قاری اردو کے لیے Doctor Zhivago کی روح کو زندہ کر دیتا ہے۔ وہاب ندوی: کے ترجمہ میں روسی فضا کی لفظی جھلک محفوظ رہتی ہے، مگر اجنبیت اور لفظی پن قاری کو متن سے ذہنی طور پر دور رکھتا ہے۔

طاعون: کامو کا وجودی کرب اور ناگی کی لسانی تخلیق

انیس ناگی کی ترجمہ کاری کا ایک اہم سنگ میل البرٹ کامو کے مشہور فرانسیسی ناول La Peste طاعون کا اردو ترجمہ ہے، جسے ناگی نے ”پلاک“ کے نام سے شائع کیا۔ یہ ترجمہ نہ صرف ایک ادبی واقعہ ہے بلکہ اردو زبان میں وجودی فلسفے کی تفہیم کے لیے ایک نقطہ آغاز بھی بن گیا۔ کامو کے وجودی کرب، انفرادی بے بسی اور اجتماعی مصیبت کے بیانیے کو اردو زبان میں اس چابک دستی اور لسانی مہارت سے منتقل کرنا ہر مترجم کے بس کی بات نہ تھی۔

کامو کے ناول میں طاعون ایک ظاہری بیماری نہیں بلکہ علامت ہے انسانی تنہائی، بیزاری، اور زندگی کی بے معنویت کی۔ فرانسیسی وجودیت میں، خاص طور پر کامو کے ہاں، انسانی وجود کی اذیت، شعور کی بے چارگی اور انکار کی قوت غالب نظر آتی ہے۔ انیس ناگی نے ترجمے میں کامو کے اس فلسفیانہ اور تمثیلی اسلوب کو اس طرح منتقل کیا ہے کہ اردو قاری ان جذبات سے محض متاثر نہیں ہوتا بلکہ انہیں محسوس کرتا ہے۔ زندگی کی ہر سانس، موت کی خاموش چابک کی طرف بڑھتی ہے۔²⁸

یہ جملہ اردو ترجمے میں انیس ناگی کا تخلیقی اضافہ ہے، جو کامو کے متن کی فضا کو برقرار رکھتے ہوئے اردو میں وجودی گھٹن کو بیان کرتا ہے۔

انیس ناگی کی ایک بڑی خوبی ان کی لسانی جمالیات ہے۔ انہوں نے فرانسیسی ساخت کو من و عن اردو میں ڈھالنے کے بجائے، اس کے معنوی حسن کو اردو زبان کے ادبی محاورے، استعارات، اور لہجے میں جذب کیا۔

مثلاً کامو کے کردار Dr. Rieux کے وجودی سوالات کو اردو زبان میں اس طرح منتقل کیا گیا:

ہم لڑ رہے ہیں، کیونکہ یہ ہمارا فرض ہے۔ نہ امید میں، نہ فتح کے لیے، بلکہ بس لڑنا ہے۔²⁹

یہ ترجمہ محض لغوی نہیں بلکہ اس کے اندر ایک اخلاقی مزاحمت اور وجودی احتجاج کی گونج بھی ہے۔

کامو کا طاعون بنیادی طور پر الجزائر کے ایک شہر اوراں میں وقوع پذیر ہوتا ہے، لیکن اس کی معنویت عالمی ہے۔ انیس ناگی نے اردو میں

اس تہذیبی بیانیے کو مقامی قاری کے لیے قابل فہم بنایا اور بسا اوقات زبان کے انتخاب سے کرداروں کے فکری بحران کو مقامی رنگ بھی دیا۔

مثلاً جہاں فرانسیسی متن میں "La peste est une condition humaine." آتا ہے، وہاں انیس ناگی اسے یوں

بیان کرتے ہیں:

طاعون کوئی بیماری نہیں، یہ انسان ہونے کا ایک المناک حوالہ ہے۔³⁰

یہ ترجمہ لسانی تخلیق اور فکری موافقت کی بہترین مثال ہے۔

کامو کے اس ترجمے نے اردو ادب میں نہ صرف وجودیت اور اجتماعی کرب جیسے نظریات کو متعارف کروایا بلکہ اردو افسانے اور ناول

میں بھی علامتی بیانیہ اور تنہائی کا فکری تجربہ زیادہ واضح ہو گیا۔ انیس ناگی کا یہ ترجمہ اس لیے بھی نمایاں ہے کہ انہوں نے نہ صرف زبان بلکہ اس

فلسفے کو بھی اردو میں منتقل کیا جو فرانسیسی ادب کا خاصہ ہے۔

انیس ناگی کا ترجمہ پلاک ایک ادبی ترجمہ نہیں بلکہ فکری ترسیل کا نمونہ ہے۔ کامو کے فکری جہان کو اردو قاری کے لیے قابل فہم اور

قابل ادراک بنانے کے لیے ناگی نے ترجمے کو محض ایک فنی عمل نہ سمجھا، بلکہ ایک تہذیبی مشن کے طور پر انجام دیا۔ ان کی لسانی تخلیق اور وجودی

تعبیر نے اردو ترجمہ نگاری کو ایک نئی جہت عطاء کی۔

ضمیمہ: انیس ناگی اور انور سجاد کے تراجم طاعون کا مختصر تقابلی مطالعہ

البرٹ کامو کے شہرہ آفاق ناول (La Peste) طاعون کے اردو تراجم میں انیس ناگی اور انور سجاد کی کوششیں اہم مقام رکھتی ہیں۔

اگرچہ دونوں مترجمین نے ایک ہی متن کو اردو قالب میں ڈھالا، تاہم ان کے انداز ترجمہ میں نمایاں فرق محسوس کیا جاسکتا ہے۔

انیس ناگی نے تہذیبی تناظر، علامتی عمق اور تزیلی ہمواری کو ترجیح دی۔ ان کے ترجمے میں کامو کے فکری اجزاء کو اس انداز سے منتقل

کیا گیا ہے کہ وہ اردو قاری کے فہم و ذوق سے ہم آہنگ ہو جائیں۔ وہ مشکل وجودی اصطلاحات کو عام فہم انداز میں لاتے ہیں اور متن کی جمالیاتی

قدر کو مجروح ہونے نہیں دیتے۔

ڈاکٹر انور سجاد نے زیادہ نظریاتی، فلسفیانہ اور معنوی گہرائی کو اہمیت دی۔ ان کا ترجمہ فکری لحاظ سے مستند ضرور ہے، لیکن اس میں بعض

مقامات پر ثقیل اصطلاحات اور مبہم جملوں کی موجودگی عام قاری کو دور کر سکتی ہے۔

یوں ناگی کا ترجمہ قاری کے لیے زیادہ بامعنی، مربوط اور تخلیقی محسوس ہوتا ہے، جبکہ سجاد کا ترجمہ فکری تعبیر میں بھرپور مگر ترسیل میں

محدود دکھائی دیتا ہے۔

کافکا کا استعارہ، ترجمہ کا چیلنج اور انیس ناگی کا اسلوب

کافکا کا اسلوب اس علامتی دھند سے مزین ہے جو قاری کو محض زبان ہی نہیں، فکر کی گہرائیوں میں بھی لے جاتا ہے۔ اس کے افسانے، بالخصوص ”میٹامورفوسس“ (Metamorphosis) صرف ایک مافوق الفطرت صورت حال نہیں بلکہ اس میں وجودیت، بیگانگی اور خاندان و سماج سے کٹاؤ جیسے موضوعات کی گہری ترجمانی ہے۔ انیس ناگی نے اس ترجمہ میں وہی علامتی شدت اور فکری تہہ داری برقرار رکھنے کی کوشش کی، جو کافکا کے اسلوب کا خاصہ ہے۔

کافکا کے مشہور افسانے کا پہلا جملہ ہی اس کی تخلیقی گہرائی کو ظاہر کرتا ہے:

"As Gregor Samsa awoke one morning from uneasy dreams he found himself transformed in his bed into a gigantic insect."

انیس ناگی نے اس جملے کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے:

ایک دن گرگر سامسا نے نیند سے بیدار ہو کر خود کو بستر میں ایک دیو ہیکل حشرات الارض کی شکل میں پایا۔³¹ یہ ترجمہ صرف لغوی درستگی نہیں، بلکہ ایک مکمل فکری، تہذیبی اور لسانی ہم آہنگی کی مثال ہے۔ یہاں ”حشرات الارض“ کا استعمال صرف مترادف لفظ نہیں بلکہ اسلامی تہذیبی تناظر میں خوف و اجنبیت کا وہی مفہوم پیدا کرتا ہے، جو اصل جرمن جملے میں موجود ہے۔ انیس ناگی کا ترجمہ یہاں محض زبان کا نہیں بلکہ نفسیاتی و فکری کیفیت کا ترجمہ ہے۔ انہوں نے اس متن کو اردو قاری کے ذہنی مزاج اور ادبی پس منظر میں منتقل کیا، بغیر اس کے کہ اصل متن کی ساخت، استعارہ اور علامتی لہر متاثر ہو۔ ان کے جملوں کی روانی، علامتی شدت اور لسانی انضمام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ترجمے کو محض الفاظ کا تبادلہ نہیں بلکہ تخلیقی مکالمہ سمجھتے ہیں۔

مشرف عالم ذوقی نے بھی Metamorphosis کا اردو ترجمہ کیا۔ ان کے ہاں درج ہے:

ایک دن گرگر سامسا نے آنکھ کھولی تو خود کو ایک بڑے سے کیڑے کی شکل میں پایا۔³²

یہ جملہ اگرچہ لغوی اعتبار سے درست ہے، لیکن ”کیڑا“ کا انتخاب ”insect“ کے اس مفہوم اور خوف کی شدت کو مکمل طور پر منتقل نہیں کرتا، جو کافکا کے اسلوب کا حصہ ہے۔ ناگی کے ”حشرات الارض“ میں جو تہذیبی اجنبیت اور وجودی بیگانگی کی گونج ہے، وہ ذوقی کے ترجمے میں مدھم ہو جاتی ہے۔

کافکا کے جملے، جن کی ساخت جرمن زبان کے نحوی پیچیدگیوں سے بنی ہے، انہیں اردو میں منتقل کرنا صرف لغت کا معاملہ نہیں، بلکہ زبان کی جمالیات، نفسیات اور ثقافت کو سمجھنے کا عمل ہے۔ انیس ناگی نے یہ عمل بخوبی انجام دیا، جس کی بنا پر ان کے تراجم کو اردو ترجمہ نگاری کی تاریخ میں تخلیقی ترجمے کی اعلیٰ مثالوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

حوالہ جات:

- 1 ڈاکٹر انیس ناگی، کافکار کے افسانے، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2002ء)، ص 14۔
- 2 ڈاکٹر انیس ناگی، پلاک (البیر کامیو کا طاعون)، (لاہور: فکشن ہاؤس، 2004ء)، ص 76۔
- 3 عباس، فخر الدین، ترجمہ کافکری نظام، (لاہور: فنون پبلشرز، 2007ء)، ص 88۔
- 4 ڈاکٹر انیس ناگی، پلاک (ترجمہ البیر کامیو) The Plague، (لاہور: فکشن ہاؤس، 2004ء)، ص 53۔
- 5 سجاد احمد، اردو میں جدید ترجمہ کاری، (کراچی: جامعہ کراچی پریس، 2009ء)، ص 71۔
- 6 ڈاکٹر انیس ناگی، پلاک ترجمہ (البیر کامیو کا طاعون)، (لاہور: فکشن ہاؤس، 2004ء)، ص 82۔
- 7 ڈاکٹر انیس ناگی، فکروفن (ترجمہ شارل بودلیئر)، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2001ء)، ص 54۔
- 8 شمیم حنفی، ادبی مکالمے، (لاہور: اردو سائنس بورڈ، 2006ء)، ص 112۔
- 9 ڈاکٹر انیس ناگی، پلاک (البیر کامیو کا طاعون)، (لاہور: فکشن ہاؤس، 2004ء)، ص 78۔
- 10 ڈاکٹر انیس ناگی، ڈاکٹر زواگو، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2005ء)، ص 112۔
- 11 ڈاکٹر انیس ناگی، پلاک (البیر کامیو کا طاعون)، (لاہور: فکشن ہاؤس، 2004ء)، ص 67۔
- 12 ایضاً، ص 54۔
- 13 ایضاً، ص 66۔
- 14 ڈاکٹر انیس ناگی، فنانز کا فکا میٹامورفوسس (ترجمہ)، (لاہور: سنگ میل پبلشرز، 2002ء)، ص 41۔
- 15 ڈاکٹر انیس ناگی، سارتر ٹاں پال، وجود نیستی (ترجمہ)، (لاہور: فکشن ہاؤس، 2005ء)، ص 35۔
- 16 ڈاکٹر انیس ناگی، البیر کامیو (ترجمہ)، (لاہور: سنگ میل پبلشرز، 2004ء)، ص 62۔
- 17 ڈاکٹر انیس ناگی، کافکار فنانز میٹامورفوسس (ترجمہ)، (لاہور: سنگ میل پبلشرز، 2002ء)، ص 14۔
- 18 ڈاکٹر انیس ناگی، ادبی اور ترجمہ کافکری دبستان، (لاہور: نیا ادارہ، 2001ء)، ص 21۔
- 19 ڈاکٹر انیس ناگی، ٹاں پال سارتر، ”متلی“ (ترجمہ)، (لاہور: فکشن ہاؤس، 2004ء)، ص 47۔
- 20 ڈاکٹر انیس ناگی، فکروفن کے دبستان، (لاہور: سنگ میل پبلشرز، 2003ء)، ص 59۔
- 21 ایضاً، ص 88۔
- 22 ڈاکٹر انیس ناگی، پلاک (البیر کامیو کا طاعون)، (لاہور: فکشن ہاؤس، 2004ء)، ص 92۔
- 23 ڈاکٹر انیس ناگی، شہر بے خواب، (لاہور: سنگ میل پبلشرز، 1999ء)، ص 15۔
- 24 ایضاً، ص 22۔
- 25 ایضاً، ص 31۔
- 26 ڈاکٹر انیس ناگی، ڈاکٹر زواگو، (لاہور: فکشن ہاؤس، 2005ء)، ص 74۔
- 27 وہاب ندوی، ڈاکٹر زواگو (جزوی ترجمہ)، (کراچی: دانش محل، 1985ء)، ص 52۔
- 28 ڈاکٹر انیس ناگی، پلاک (البیر کامیو کا طاعون)، (لاہور: فکشن ہاؤس، 2004ء)، ص 41۔
- 29 ایضاً
- 30 ایضاً، ص 78۔
- 31 ڈاکٹر انیس ناگی، کافکار کے افسانے، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2002ء)، ص 23۔
- 32 مشرف عالم ذوقی، کافکار کے افسانے (اردو ترجمہ)، (نئی دہلی: کتاب گھر، 2010ء)، ص 17۔